مولانا شمس تبریز خاں
رفیق مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ

تاریخ اسلام میں شیعیت وباطنیت کا منفی کردار

تشیع پر کسی بھی زاویے سے نظر ڈالئے تو اسلام کے بالمقابل اور متوازی (PARALLEL) ایک مستقل مذہب وتہذیب محسوس ہوتا ہے۔ اور اس کا مقصد ہر چھوٹے بڑے مسئلے میں جمہور امت اور راہ سنت سے علیحدگی و انحراف معلوم ہوتا ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان عقائد اور علم وعمل کے لحاظ سے اختلاف کی خلیج اتنی وسیع اور عمیق ہے جس کو اصولی وبنیادی تبدیلیوں کے بغیر پاٹا نہیں جا سکتا۔

عقائد ومقاصد کے گہرے اختلافات ہی کی وجہ سے اسلام اور تشیع حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور سے اب تک ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں۔ اور یہ معرکہ آرائی وصف بندی اسلام کو مکمل طور پر اپنائے بغیر نہیں ختم ہو سکتی۔ سنی مورخین تشیع کا سلسلہ عبداللہ بن سبا سے ملاتے ہیں جس کا آسانی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مگر تشیع کے مزاج ومنہاج کو دیکھتے ہوئے اس کا سلسلہ نسب نفاق ومنافقین سے قائم کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جس طرح نفاق کی بہت سی شکلیں رہیں اسی طرح شیعیت وباطنیت کے بھی بہت سے چہرے اور صورتیں ہیں۔

شیعیت وباطنیت کے گوناگوں اصول ومقاصد

تاریخ اسلام پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیعوں کے اکثر فرقوں کے اصول ومقاصد اسلام دشمنی پر مبنی ہیں اور انہوں نے تاریخ میں جمہور امت سے نہ صرف علیحدگی بلکہ ان کی بیخ کنی، ان کے خلاف سازش اور ان کے دشمنوں سے دوستی کا عمل جاری رکھا ہے اور اس مقصد کے لئے انہوں نے تمام امکانی ذرائع اپنائے ہیں۔ تقیہ اور اخفاء ورازداری چونکہ ان کے اصول دین میں ہے۔ اس لئے اپنے عقائد ومقاصد کی کبھی کھل کر وضاحت نہیں کی جس کی وجہ سے اہلسنت ان کے متعلق کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکے۔ اور جس کے نتیجے میں وہ شجر ملت کو گھن کی طرح کھوکھلا کرتے رہے اور کاروان امت کی پیش قدمیوں کی راہ میں برابر رکاوٹ بنے رہے۔ انہی منافقین کے لئے (جو اپنے عمل سے

امت کو کمزور کرتے رہتے ہیں۔ اور گھر کے بھیدی بن کر بدخواہی کا رویہ اپناتے ہیں) اور مسلمانوں کی صفوں میں رہ کر ان میں انتشار پیدا کرتے رہتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے۔

لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَّا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَا أَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ ۔ (توبہ ۴۷)

اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو تم میں فساد ہی کا اضافہ کرتے اور تمہارے درمیان دوڑے پھرتے تمہارے لئے فتنے کے ارادے سے

وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَن يَتَّخِذُ مَا يُنفِقُ مَغْرَمًا وَيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَائِرَ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (توبہ ۹۸)

اور دیہاتیوں میں بعض وہ ہیں کہ جو وہ خرچ کرتے ہیں اسے جرمانہ سمجھتے ہیں اور تم لوگوں کے لئے گردش زمانہ کے منتظر رہتے ہیں برا وقت تو انہیں پر پڑنے والا ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

شیعیت یا باطنیت کے مقاصد کبھی واضح اور متعین نہیں رہے لیکن اسلام دشمنی اور مسلم کشی اس کے تمام فرقوں میں قدر مشترک کے طور پر قائم رہی اور اپنے تاریخی سفر میں اس نے ہر اس عقیدے اور عمل کو اپنا لیا جو جمہور امت اور مسلک اہلسنت کے خلاف پڑتا ہو اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا تھا۔ جنگ جمل و جنگ صفین میں اسی جماعت نے مسلمانوں کے دو گروہوں کو لڑایا۔ اس کے بعد مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد کی آگ بھڑکاتی اور انہیں خانہ جنگی پر اکساتی رہی۔

اس مقصد کے لئے انہوں نے حب علیؓ و محبت اہلبیت کا دعوٰی کیا مگر ان کے دلوں میں دراصل "بغض معاویہؓ" اور اہلسنت کی مخالفت و عداوت کا جذبہ موجزن تھا۔ انہوں نے 'اہل بیت' کے مفہوم کو محدود کر کے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیگر صاحبزادیوں اور ازواج مطہرات رضا کو خارج قرار دیا، اور بجائے ان کی پیروی کے ان کا نام اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کرنا شروع کیا۔ اور 'خلافت' کی جگہ 'امامت' کی اصطلاح اپنائی اور "تبرا" کو اپنا اصول بنایا۔ اس کے لئے انہوں نے دوسرا بڑا حربہ "باطنیت" کا اپنایا۔ جس کے اسلام کے معنی و مفہوم اور مقصد و نصب العین کو برباد کرنے کا ایک سوچا سمجھا، دوررس اور دیرپا منصوبہ تیار کیا گیا۔ اور کہا جانے لگا کہ قرآن کی ہر آیت کا ایک باطنی مفہوم ہے جسے ائمہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ اور انسان باطنی ترقی کے ذریعے اس مقام تک جا پہنچتا ہے جہاں شریعت بے معنی ہو جاتی ہے۔ اسی کے ساتھ اہل تشیع نے اپنے کو خواص مومنین اور دوسروں کو عوام و جمہور کے خانوں میں بانٹا اور دعوٰی کیا اور کہ قرآن کی تاویل اصل ہے۔ جو ہمارے حصے میں آئی ہے اور قرآن کا متن و تنزیل عوام کے ہاتھ میں ہے۔

اسماعیلی داعی حکیم ناصر خسرو (۳۹۴ - ۴۸۱ھ) کہتا ہے[1]

از بہر پیمبر کہ بدین صنع ورا گفت
تاویل بہ دانا دہ و تنزیل بہ غوغا

بہرحال باطنیت کا مقصد علم و عمل کے ہر محاذ پر جمہور سے اختلاف اور مخالفت تھی تاویل کا دروازہ کھول کر اس نے اسلامی عقائد و نظام حیات اور اقدار کو تہ و بالا کرنے کی سعی کی۔ اور خوب کو ناخوب، اور حرام کو حلال کر دکھایا۔ اسلامی فکر میں عقلیت و اعتزال یونانیت و عجمیت کی ہمت افزائی کی اور وحی الٰہی کی جگہ عقل اور اقوال اکابر کو اہمیت دی۔ اس طرح دین کے سیدھے راستے کو چھوڑ کر چند مفروضات و روایات کے پیچھے چل پڑی اور قیامت تک کے لئے دین میں تحریف و انحراف کا دروازہ کھول دیا۔

سیاسی و معاشرتی محاذ پر باطنیت نے اسلام کو بڑا اور ناقابل معافی و تلافی نقصان پہنچایا۔ ابتدائے اسلام میں عباسیوں کی حمایت کے پردے میں عجمیت اور شعوبیت نے عربیت کو شکست دی۔ جو سلامیت کا دوسرا نام تھی۔ پھر خلافت عباسیہ کے خلاف بغاوتوں کی ہمت افزائی کرتی رہی جس کے نتیجے میں متعدد شیعی حکومتیں قائم ہوگئیں جو خلافت عباسیہ کے لئے درد سر بنی رہیں۔ اور مسلمانوں کے متحدہ محاذ کو سبوتاژ کرتی رہیں۔ اس طرح ہم نتیجہ نکالنے پر مجبور ہیں کہ ایران کا آریائی مزاج اور عجمی عصبیت، اسلام اور اس کی سیاسی طاقتوں سے برابر نبرد آزما رہی اور اس نے دنیا کے سیاسی نقشے سے اسلامی اثرات کو محو کرنے کا شرمناک راستہ اپنایا جس کے نتیجے میں پہلے خلافت عباسیہ پھر خلافت عثمانیہ اور آخر میں ہندوستان کی سلطنت مغلیہ کا خاتمہ ہوگیا۔

ہواپرستی بجائے خداپرستی | اسلام نام ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی کامل اطاعت و اتباع کا اس کے سوا جو راستے اپنائے جائیں گے وہ سب نفس کی اطاعت اور ہواپرستی میں شمار ہوں گے خواہ اسے کسی خلیفہ و امام معصوم کی پیروی کا نام دیا جائے یا اسلام کی روح اور ایمان کی جان قرار دیا جائے اور اپنی خواہش نفس کو عقل و حکمت، تقیہ، مصلحت، باطنیت و روحانیت، قرآن کے مغز و باطن کی پیروی اور اہلبیت کے اتباع کا نام دیا جائے۔ قرآن نے جگہ جگہ اس اتباع ہوا اور اپنے مزعومہ و مفروضہ راستے پر چلنے کو گمراہی سے تعبیر کیا ہے۔

ہواپرستی نے اسلام کی تاریخ میں بہت سے بھیس بدلے۔ اور بہروپ بھرے ہیں اور عوام کو فریب دینے اور اپنے محدود مفادات کے حصول کے لئے اسے تشیع و باطنیت، اور معقولیت پسندی اور باطن

---

[1] سفرنامہ ناصر خسرو ص ۶۴ (دہلی ۱۹۴۱ء)

پرستی کا نام دیا ہے اور حد درجہ جسارت و ذہانت سے کام لے کر قرآن کی ایسی تاویل کی کہ وہ ربانی ہدایت کے عالمی صحیفے کے بجائے باطنیت کا قصیدہ اور سرآ نظر آنے لگا۔ اور اس کے پیغام کی اصلیت و حقیقت [illegible] نبوت اور اس کا مقصد و مقام ختم و مفقود ہو کر رہ گیا۔ مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندویؒ نے باطنیت و تشیع کے اس مہلک نظام اور فتنے کی نشاندہی کرتے ہوئے بالکل صحیح لکھا ہے کہ:

> انہوں نے اپنی ذہانت سے اس نکتہ کو سمجھا کہ الفاظ و معانی کا یہ رشتہ امت کی پوری زندگی اور اسلام کے فکری و عملی نظام کی بنیاد ہے اور اسی سے اس کی وحدت اور اپنے سرچشمہ اور اپنے ماضی سے اس کا ربط قائم ہے۔ اگر یہ رشتہ ٹوٹ جائے اور دینی الفاظ و اصطلاحات کے مفہوم و معانی متعین نہ رہیں یا مشکوک ہو جائیں تو یہ امت ہر وقت اور ہر فلسفہ کا شکار ہو سکتی ہے۔ اور اس کے سنگین قلعہ میں سینکڑوں چور دروازے اور اس کی مضبوط دیواروں میں ہزاروں شگاف پیدا ہو سکتے ہیں۔
>
> الفاظ شرعی کے متواتر و متوارث معنی و مفہوم کا انکار اور قرآن و حدیث کے ظاہر و باطن اور مغز و پوست کی تقسیم ایسا کارگر حربہ تھا جس سے اسلام کے نظام اعتقاد و نظام فکر کے خلاف سازش کرنے والوں نے ہر زمانہ میں کام لیا۔ اسلام کی پوری عمارت کو اس طرح آسانی سے ڈانواں ڈول کیا جا سکتا تھا اور اسلام کے ظاہری خول کے اندر یہ ریاست اندرون ریاست قائم کی جا سکتی تھی۔
>
> چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعد کی صدیوں میں جن فرقوں نے اور جن اشخاص کی جس جماعت نے نبوت محمدیؐ کے خلاف بغاوت کرنی چاہی، اس نے باطنیت کے اسی حربہ سے کام لیا، اور اس معنوی تواتر و توارث کا انکار کر کے پورے نظام اسلامی کو مشکوک و مجروح بنا دیا اور اپنے لیے دینی سیادت بلکہ نئی نبوت کا دروازہ کھول لیا۔ ایران کی بہائیت اور ہندوستان کی قادیانیت اس کی بہترین مثالیں ہیں۔[1]

ایسے تمام باطل فرقوں کا شمار قرآن نے اہل اہواء میں کیا ہے جن کا اسلام سے کوئی علاقہ نہیں۔ قرآن کی ذیل کی دو آیتوں میں ایسے ہی گمراہ، نفاق پسند، نفس پرست اور تاویل باز، جعل ساز فرقوں کی نفسیات و کیفیات

---

[1] تاریخ دعوت و عزیمت ۱/ ۱۲۵-۱۲۷

یا تصویر کشی کی گئی ہے اور ان کی گمراہی کا اعلان کیا گیا ہے

فإن لم يستجيبوا لك فاعلم انما	پھر اگر وہ آپ کی بات نہ مانیں تو سمجھ لیجئے کہ
يتبعون اهواءهم ومن اضل	وہ اپنی خواہشوں کی اتباع کر رہے ہیں اور
ممن اتبع هواه بغير هدى	اس سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے جس نے
من الله	اللہ کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہش کی اتباع
(قصص)	کی۔

دوسری آیت میں اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ فرمایا گیا۔

افرءيت من اتخذ الٰهه هواه	کیا آپ نے اسے دیکھا جس نے اپنا معبود اپنی
واضله الله على علم وختم على	خواہش کو بنا لیا اور اللہ نے علم کے باوجود اسے
سمعه وقلبه وجعل على بصره	گمراہ کر دیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی
غشاوة فمن يهديه من بعد الله	اور اس کی بصارت پر پردہ ڈال دیا تو اب
افلا تذكرون	اللہ کے بعد اسے کون ہدایت دے گا؟ تو تم
(الجاثیہ ۲۳)	سمجھتے کیوں نہیں۔

گویا سنت سے حقیقت کھول رہی ہے کہ اسلام اور ہوا پرستی و اتباع نفس دو متضاد چیزیں ہیں اور دونوں کا اجتماع محال ہے۔

[illegible]

اس حقیقت کو ایک اور جگہ یوں بیان کیا گیا ہے

افمن كان على بينة من ربه	کیا وہ شخص جو اپنے رب کی بات پر ہو اس
كمن زين له سوء عمله	کی طرح ہو سکتا ہے جس کے برے اعمال کو
واتبعوا اهواءهم	اس کے لئے اچھا کر دیا گیا ہے اور وہ اپنی
(محمد ۱۴)	خواہشوں کی اتباع کرتے ہیں۔

تمام اہل باطل اور ان تمام فرقوں کو جو اپنے کو مسلمان کہتے ہوئے بھی کتاب و سنت کے معتبر و معروف راستے سے ہٹے ہوئے اور ایک الگ دین و نظام اور فرقہ وارانہ ذہنیت کی پسندی کے مرتکب ہیں اور جمہور مسلمین کے مقابلے پر اپنی الگ [illegible] قائم رکھے ہوئے ہیں اور اس طرح دین محمدی و سنت نبوی سے بغاوت کئے ہوئے ہیں یہ آیت ایک [illegible] کا حکم رکھتی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (الانعام ۱۵۹)

جن لوگوں نے اپنے دین میں تفریق پیدا کی اور گروہوں میں بٹ گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں ان کا معاملہ خدا کے حوالے ہے پھر وہ ان کے کرتوتوں کے بارے میں بتا دے گا۔

باطنیت و شیعیت کے تخریبی عزائم و مقاصد کی پیش بندی و دفاع کے لئے محدثین و متکلمین اسلام نے شروع ہی سے اظہار حق کیا اور ان کے فاسد عقائد کی نشاندہی کی جسے علم الرجال اور علم الکلام کی کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے لیکن امام عبدالقاہر بغدادی (۴۲۹ھ) نے اپنی بلند پایہ و بیش قیمت کتاب "الفرق بین الفرق" میں اسلامی فرقوں کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔ امام غزالی نے اپنی کتاب "فضایح الباطنیہ" میں اسی کتاب کے بیانات کو نقل کیا ہے۔ پھر علامہ ابن الجوزی (۵۱۰-۵۹۷ھ) نے اپنی تاریخ "المنتظم فی تاریخ الملوک والامم" میں امام غزالی کے بیان کو نقل کیا ہے۔ ہم یہاں ان کے بیان کا خلاصہ نقل کرتے ہیں۔ ابن الجوزی فرماتے ہیں۔

"(اسماعیلیہ نے سوچا) کہ ہم عام مسلمانوں کے دین کو مٹانا چاہتے ہیں مگر ان کی کثرت کے سبب ممکن نہیں۔ اس لئے یہی طریقہ رہ جاتا ہے کہ دین کے اندر ہم ایک دعوت پیدا کریں اور ان کے کسی فرقے کی طرف منسوب ہو جائیں اور ان میں رافضیوں کا فرقہ سب سے زیادہ ضعیف العقل ہے اس لئے ہم ان سے سادات کی مظلومیت اور ان کے حقوق کی پامالی اور قتل وغیرہ کا ذکر کر کے اسلام کے خاتمے کا کام کریں چنانچہ اسماعیلیہ و باطنیہ اس ناپاک مقصد کے لئے متحد ہو گئے اور اپنے کو اسماعیل بن جعفر بن محمد صادق (م ۱۴۳ھ) کی طرف منسوب کیا پھر شیطان کے سمجھانے پر انہوں نے مجوس اور فلاسفہ کے خیالات اپنائے اور اپنے پیروؤں کے سامنے تحریف شدہ دین رکھا مگر ان کا مقصد اسلام کا مطلق انکار تھا لیکن ممکن نہ ہونے کے سبب اس کے لئے دوسرے ذرائع اختیار کئے"[2]

---

[1] امام غزالی نے باطنیوں کی تردید میں جو کتابیں لکھیں ان میں سے پانچ کتابوں کے نام ملتے ہیں۔ حجۃ الحق۔ مفصل الخلاف، قواصم الباطنیہ، فضائح الاباحیہ، اور مواہم الباطنیہ۔ ملاحظہ ہو تاریخ دعوت و عزیمت ۱/۴۶

[2] القرامطہ لابن الجوزی، تحقیق محمد الصباغ ص ۳۲ (دمشق ۱۹۷۷ء)